نقطہء نظر

منیر سامی

پاکستان میں ہزارہ اور شیعہ نسل کشی کا اصل ذمہ دار کون؟

پاکستان میں ہزارہ شیعہ برادری سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے منظّم قتل کی جسے اب منظّم نسل کشی بھی کہا جا سکتا ہے جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ لیکن ہم سب پر یہ بھی لازم ہے کہ ہم پاکستان کے ایک اہم طبقہ کے خلاف مسلسل اور منظّم دہشت گردی اور اس کی نسل کشی کے مختلف اسباب کو جاننے کی کوشش کریں۔ یہ جانے بغیر اس ضمن میں ہر گفتگو صرف زبانی جمع خرچ ہوگی۔

ہمیں یہ بخوبی سمجھنا بھی چاہیئے اور اس کا بار بار اعادہ بھی کراتے رہنا چاہیئے کہ پاکستان میں شیعہ مخالف تعصب جنرل ضیا الحق کے متعصّبانہ رویہ سے شروع ہوا۔ وہ بذاتِ خود جن عقائد سے تعلق رکھتے تھے وہ بنیادی وہابی عقائد تھے۔ اس حقیقت کو کوئی بھی نہیں جھٹلا سکتا کہ پہلے افغان ’جہاد‘ میں جنرل ضیا کی حمایت میں سعودی حکومت پیش پیش تھی۔ اس کے خفیہ اداروں کے سربراہ اس جنگ میں براہِ راست شامل تھے، اور یہی وہ دورانیہ ہے کہ جب پاکستان میں سعودی اثر و نفوذ میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ سعودی حکومت پر وہاں کے وہابی علما کا بے پناہ اثر ہے۔ لوگوں کے ذہن میں شاید یہ حقیقت موجود نہ ہو کہ وہابی تحریک کے سربراہ ’محمد ابن عبدالوہاب‘ اور نجد کے امیر محمد ابن سعود کے درمیان ایک معاہدہ کے نتیجہ وہ سعودی بادشاہت قائم ہوئی جو سالہا سال سے سعودی عرب میں بلا شرکتِ غیرے حکمران ہے۔ محمد ابنِ وہاب اور محمد ابن سعود میں صرف سیاسی اور مذہبی اتحاد ہی نہیں ہوا تھا بلکہ محمد ابنِ وہاب کی بیٹی کی شادی محمد بن سعود کے بیٹے عبدالعزیز سے ہوئی تھی۔ جب سے اب تک خاندان سعود اور خاندانِ وہاب، جو آلِ شیخ بھی کہلاتا ہے، ایک دوسرے کے اتحادی ہیں۔ اس اتحاد کا ایک نتیجہ دنیا بھر میں سعودی دولت کی بنیاد پر وہابی خیالات کا منظّم پھیلاؤ ہے۔ وہابی سلسلہ کا تعلق ممتاز سنی عالم ’ابنِ تیمیہ‘ سے جا ملتا ہے جن کے نزدیک کچھ شیعہ کافر قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

پاکستان میں جنرل ضیا کے دور میں ان ہی وہابی خیالات کے فروغ کے نتیجہ میں شیعہ مخالفت اور شیعہ دشمنی بڑھتی چلی گئی۔ رفتہ رفتہ یہ مخالفت اور تعصب کا یہ زہر عام شہریوں میں بھی سرایت کرتا گیا۔ افغان جہاد کے نام پر اور کشمیر میں گوریلا جنگ کرنے کے لیئے جن جہادی تنظیموں کی سرپرستی کی گئی ان میں کئی کشمیری جہادی گروہ بھی شامل تھے اور انجمن سپاہِ صحابہ، جیشِ محمدی، اور لشکرِ جھنگوی جیسی تنظیمیں بھی۔ ان جیسی تنظیموں کو جنرل ضیا کے دور سے لے کر اب تک پاکستان کی حکومتوں کی اعلانیہ اور خفیہ حمایت اور مالی مدد حاصل رہی ہے۔

جن ممالک میں بھی وہاں کی افواج سالہا سال سے آمریت قائم کرتی رہی ہیں وہاں ان افواج کی ذیلی خفیہ تنظیمیں عام طور پر جہادی جماعتوں جیسے مسلح گروہوں کو اپنے اہم آلہ کار اور دائیں بازو کے طور پر استعمال کرتی ہیں۔ ایسی تنظیموں کو پڑوسی ممالک کے خلاف سرگرمیوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اپنے داخلی معاملات میں امن و امان کے مسائل پیدا کرنے کے لیئے بھی۔ ان ممالک میں امن و امان کے خون ریز مسائل اس لیئے پیدا کیئے جاتے ہیں کہ ان ممالک کے سیاستداں وہاں امن اور سلامتی کی ضمن میں ناکارہ قرار دیئے جاتے رہیں اور عوام اپنے تحفظ کے لیئے افواج اور خفیہ اداروں کی طرف دیکھنے کے لیئے مجبور ہوں۔ ان ممالک کی سب سے آسان مثال لاطینی امریکی ممالک ہیں۔ بدقسمتی سے پاکستان بھی ان ہی ممالک کی صف میں شامل ہے۔ پاکستان ہی کی طرح ان ممالک میں بھی امن و امان قائم کرنے کے بہانے سے ہزاروں افراد لاپتہ ہوئے اور لاطینی ممالک میں تو ان افراد کی اجتماعی قبریں بھی منظرِ عام پر آئیں۔ پاکستان کی طرح ان ممالک میں بھی ہزاروں مائیں اپنے گمشدہ بچوں کی تلاش میں سالہا سال سے سرگرداں ہیں۔

اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ پاکستان میں نام نہاد جمہوریت کے باوجود وہاں امورِ سلطنت و حکمرانی پر پاکستان کی افواج کا اب بھی وہی اثر ہے جیسا کہ براہ راست آمریت کے دوران تھا۔ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ پاکستان میں ’رینجرز‘ اور فرنٹیر کانسٹبلری جیسی تنظیمیں کس ادارے کو جوابدہ ہیں۔ کہنے کو تو یہ ادارے پاکستان کی وزارتِ داخلہ کے ماتحت ہوتے ہیں لیکن ان کے سربراہ اور افسران کا تقرر پاکستان کی فوج کے اعلیٰ ترین افسران کی رضا کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

اگر آپ بلوچستان کی صورتِ حال پر غور کریں تو واضح طور پر نظر آئے گا کہ وہاں امن وامان کا انتظام سالہا سال سے افوجِ پاکستان کے براہِ راست زیرِ انتظام، یا ان کے ذیلی اداروں کے ہاتھ میں ہے۔ وہاں ان اداروں کی اجازت کے بغیر نہ تو پتہ کھڑک سکتا ہے نہ پرندہ پر مار سکتا ہے۔ یہ امن وامان قائم کرنے کا ایک سخت گیر نظام ہے جو کئی سالوں سے بلوچ قوم پرستوں اور عمل پرستوں کو مکمل استبدادی طور پر جکڑے ہوئے ہے۔ اس دور میں اگر ہزاروں نہیں تو سینکڑوں افراد لا پتہ ہوئے ہیں، اور یہ معاملات پاکستان کی سپریم کورٹ میں بھی سنے گئے ہیں۔ کئی لا پتہ افراد کو سپریم کورٹ کے احکامات کے تحت ان ہی اداروں سے بازیاب کرایا گیا ہے۔ پاکستان میں اندھیر نگری چوپٹ راج کا جو نظام قائم ہے وہاں بلوچستان میں ان فوجی اور نیم فوجی اداروں کے کنٹرول کے باوجود امن وامان کی تخریب کی ذمہ دار وہاں کی سیاسی حکومت قرار دی گئی اور وہاں گورنر راج قائم کر دیا گیا تا کہ سیاست دان ہی برے کہلائیں اور مطعون ہوں۔ بلوچستان میں ہزارہ برادری کے لوگوں کے منظّم قتل کی ذمہ داری لشکرِ جھنگوی نے قبول کی ہے۔ اگر یہ درست ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انجمن سپاہِ صحابہ سے تعلق رکھنے والی اس تنظیم پر پاکستان کی افواج اور خفیہ ادارے کیوں قابو نہیں پا سکتے۔ اس دانستہ نا کامی کا مقصد شاید صرف یہ ہو سکتا کہ ملک میں خون ریزی اور دہشت گردی کا خاتمہ نہ کر پانے کا ذمہ دار سیاسی حکومتوں کو قرار دے ملک میں افواج اور نیم فوجی اداروں کا تسلط اور عمل دخل بالواسطہ اور براہِ راست قائم رکھا جائے۔

ہمیں یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ جنرل ضیا کے وہابی عقائد کے نتیجہ میں بد قسمتی سے افواجِ پاکستان کے بعض افراد بھی شیعہ مخالف تعصب کا شکار ہوئے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ افواجِ پاکستان کی روایتوں سے شیعہ اثرات اور شیعہ روایات کا بتدریج خاتمہ بھی ہوا ہے۔ اس کی ایک مثال مبینہ طور پر افواجِ پاکستان کے جنگی نعروں میں سے اہم نعرے یعنی 'نعرہ ءحیدری' کا خاتمہ ہے۔ یہ بات کہاں تک درست ہے یہ بجا طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اس بات کو تقویت پاک فوج کے لفٹننٹ یاسر عباس شہید کی ماں کا بیان دیتا ہے جنہوں نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ ''جب سے افواجِ پاکستان نے نعرہ حیدری ترک کیا ہے وہ زوال کا شکار ہو گئی ہیں''۔ انہوں نے یہ بیان پاکستان کے سرکاری ٹیلی ویژن پر دیا تھا۔

ہزارہ شیعہ برادری کے قتل کا احتجاج کرنے والے بعض شیعہ علما کا یہ مطالبہ نا قابلِ فہم ہے کہ ان کی حفاظت کے لیئے افواجِ پاکستان کو طلب کیا جائے۔ کیا ان علما کو یہ نظر نہیں آتا کہ پاک افواج تو بلوچستان میں امن قائم کرنے کے انتظامات میں براہِ راست اور بالواسطہ شریک ہیں، اگر ان کی موجودگی میں بھی ہزارہ برادری کی نسل کشی ہو رہی ہے تو وہ کون سی افواجِ پاکستان ہیں جو کہیں اور سے آ کر ہزارہ برادری کا تحفظ کریں گی؟

پاکستان کے عوام کو اور خصوصاً پاکستان کی شیعہ برادری کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ بلوچستان میں ہزارہ برادری کا قتل دراصل ان کا کھیل ہے جو ایک دودھاری تلوار چلا رہے ہیں۔ ان کے اقدامات سے ایک طرف تو پاکستان میں شدید متعصب وہابی اور سلفی عقائد رکھنے والوں کی کامیابی ہوتی ہے جو شیعوں کو انکے عقائد کی بنیاد پر کافر قرار دینے میں کوئی عار نہیں سمجھتے۔ اور دوسری جناب ان عوامل کی کامیابی ہوتی ہے جو پاکستان کے جمہوری سیاسی نظام کو تباہ کرنا چاہتے ہیں، اور امن وامان کی خرابی کے بہانے پاکستان میں ہونے والے انتخابات کو ملتوی کروانا چاہتے ہیں۔

پاکستان کے ایک شاعر مصطفیٰ زیدی نے کہا تھا کہ، میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں۔ تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے۔ لیکن اب صورتِ حال یہ ہے کہ قاتل بہانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ وہ قاتل ہے اور اسے معصوموں کے قتل پر فخر ہے۔ سوال یہ پیدا ہے کہ اس کھلم کھلا اعترافِ جرم کے باوجود بلوچستان میں امن قائم کرنے کی کوشاں افواجِ پاکستان ان مجرموں کو کیوں کیفرِ کردار تک نہیں پہنچا تیں اور پاکستان کی سپریم کورٹ کیوں ان مجرموں کو مجرم قرار نہیں دیتی۔

سچ بات یہ ہے اور یہ بات باعث رسوائی بھی ہے کہ پاکستانیوں کی رگوں میں جنرل ضیا کے تعصّبات کا زہر رچ گیا ہے۔ یہی وہ تعصب اور وہ زہر ہے جس نے باقی ساری قوم کو نابینا کر دیا ہے۔ جن لوگوں کے ذہنوں میں وہابی خیالات کوٹ کوٹ کر ٹھونس دیئے گئے ہیں انہیں شیعوں کے قتل پر کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ بد عقیدہ لوگ ہیں۔ اگر ہزارہ شیعہ امن وامان اور تحفظ چاہتے ہیں تو انہیں افواجِ پاکستان سے مدد طلب کرنے کے بجائے بلوچستان میں اور سارے پاکستان میں ایسے سیاسی نظام کے استحکام کا مطالبہ کرنا چاہیئے جو ہر مذہبی تعصب سے آزاد ہو اور جس کی افواج، سیاسی عوامی حکومت کے حکم کو ماننے اور لشکرِ جھنگوی جیسے ظالموں سے نبٹنے کے لیئے مستعد ہوں۔